میر سید علی ہمدانی

ڈاکٹر احمد تمیم داری

ڈائریکٹر مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد

"۲۶ ستمبر ۱۹۸۹ء کو بلتستان کے صدر مقام شہر سکردو میں "عالمی شاہ ہمدان کانفرنس" کی طرف سے بزرگ صوفی، عالم دین، مشہور مبلغ اسلام حضرت میر سید علی ہمدانی کی یاد میں ایک عظیم الشان سیمینار منعقد ہوا جس میں پاکستان کے اعلیٰ سرکاری عہدے داروں کے علاوہ ممتاز محققین اور بلند پایہ دانشوروں نے ان کی شخصیت اور خدمات عالیہ کے حوالے سے مقالے پڑھے۔ زیر نظر مقالہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر احمد تمیم داری کا ہے جو اس سیمنار میں پڑھا گیا تھا۔ یہ مقالہ قارئین کرام کے استفادہ کے لیے پیش خدمت ہے۔" مدیر

تذکرہ نویسوں نے میر سید علی ہمدانی کی تاریخ ولادت ۱۲ رجب ۷۱۴ھ لکھی ہے ان کی جائے پیدائش مغربی ایران کا شہر ہمدان تھی۔ اس بزرگ صوفی کی تاریخ وصال بدھ کی رات ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ بیان کی گئی ہے۔[1]

قرین قیاس یہ ہے کہ انہوں نے کونار کے نزدیک یعنی کز سواد میں وفات پائی جو آج کل افغانستان کے سرحدی علاقوں میں سے ایک ہے۔ میر سید علی ہمدانی ایران کے نامور صوفیا، عرفا اور علماء میں سے ہیں۔ وہ ایسی شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے اپنے مریدوں اور تعلق داروں کے ساتھ برصغیر جنوبی ایشیا کی سرزمین میں دین اسلام کی ترویج اور ترقی کا بیڑہ اٹھایا۔ ان کے والد بزرگوار سید شہاب الدین بن علی ہمدان کے حاکم تھے۔ میر سید علی ہمدانی نے ظاہری حکومت کو ترک کرتے ہوئے کہا:

"میں نے اپنے والد کے کاموں سے دلچسپی نہیں رکھی کیونکہ وہ ہمدان کے حاکم تھے اور بادشاہوں اور امیروں سے ان کے مراسم تھے۔"

میر سید علی ہمدانی "امیر"، "شاہ ہمدان"، "امیر کبیر" اور "علی ثانی" کے القاب سے معروف تھے۔ ان سب سے زیادہ معروف لقب ان کے لیے "شاہ ہمدان" نقل کیا گیا ہے۔

میر سید علی ہمدانی نے اپنے زمانے کے مروجہ علم حاصل کیے اور اس کے بعد اپنے مرشد کے فرمان سے بیت الخلاء کی صفائی اور پانی پلانے کا فریضہ انجام دینے لگے، انہوں نے بے شمار ریاضتیں کیں۔ ایک برس سفر میں رہ کر سیر و سلوک کرتے رہے۔ ۱۲ مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے ایران، برصغیر اور ماوراء النہر کے مختلف علاقوں کی سیر و سیاحت کے علاوہ روس، سری لنکا، تبت، عرب ممالک، افغانستان اور بعض دیگر جگہوں کے سفر کیے اور اس علمی مسافرت میں بہت زیادہ تکالیف برداشت کیں۔

ان تمام مسافرتوں میں ان کا ایک ہی مقصد تھا اور وہ تھا اسلام کی تبلیغ و اشاعت۔ انہوں نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے سب سے زیادہ برصغیر کی سرزمین پر توجہ دی۔

میر سید علی ہمدانی پہلی بار ۷۳۰ھ میں کشمیر تشریف لائے۔ تیسری مرتبہ ۷۸۵ھ کے اوائل میں ان کا کشمیر آنا ہوا اور انہوں نے ۷۸۶ھ کے آخر تک کشمیر میں اقامت اختیار فرمائی۔ مجموعی طور پر وہ پانچ برس کے قریب کشمیر میں رہائش پذیر رہے۔

میر سید علی ہمدانی سات سو ایرانی ہنرمندوں کے ساتھ کشمیر میں وارد ہوئے۔ انہوں نے اپنے دوستوں اور مریدوں کے ساتھ اس محلے میں اقامت اختیار فرمائی جسے آج کل "جہلم" کہا جاتا ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں بعد میں خانقاہ معلیٰ شاہ ہمدان یا مسجد شاہ ہمدان تعمیر ہوئی۔ شاہ ہمدان نے اس علاقے میں وعظ و ارشاد کا آغاز فرمایا۔ انہوں نے ایک تبلیغی اور دینی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ واعظین اور مبلغین کی تربیت فرمائی اور بعد ازاں انہیں کشمیر کے مختلف علاقوں اور اس کے گرد و نواح بلتستان وغیرہ میں بھیجا۔ شاہ ہمدان اہل مناظرہ و مباحثہ تھے۔ کشمیر میں ان کی اقامت کے دوران ۳۷ ہزار افراد نے ان کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کیا۔ اہل تبت کی ایک جماعت اور ترکستان کے لوگوں کے کشمیر میں وارد ہونے سے اور حضرت سید بلبل شاہ (۷۲۷ھ) کی کوششوں سے کشمیر میں فارسی قابلِ فہم اور عام زبان بن گئی تھی اور خوب پھلی پھولی تھی۔ لہٰذا میر سید علی ہمدانی کو زبان کے لحاظ سے دین اسلام کی ترویج میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔

آثارِ علمیہ

۱۔ ذخیرۃ الملوک : اس کا موضوع اخلاق، سیاست اور امور خانہ داری ہے۔ اس کا انداز بیان ناصحانہ اور بے باکانہ ہے اور اس موضوع پر لکھی گئی تمام کتب سے ممتاز ہے۔

۲۔ شاہ ہمدان کے خطوط : یہ صرف مخلوق کی رشد و ہدایت کے لیے لکھے گئے ہیں۔ ان میں فارسی نثر کے اعلیٰ نمونے پائے جاتے ہیں۔

۳۔ شاہ ہمدان نے حافظ کے بعض اشعار کی شرح لکھی ہے، نیز دیوان حافظ کی اصطلاحات کی فرہنگ مرتب کی ہے۔

۴۔ مسلک "فتوت" کی توضیح میں میر سید علی ہمدانی نے جو تحریر لکھی ہے وہ اپنی قسم کی بہترین اور بے نظیر تحریروں میں سے ہے کیونکہ یہ "سلسلہ فتوت" میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے صحابی اور مرید شہید کمیل ابن زیادہ تک پہنچتی ہے۔

مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد (کتاب خانہ گنج بخش) کے ذخیرہ مخطوطات میں میر سید علی ہمدانی کے ۴۸ مختلف رسائل موجود ہیں[۲] جن میں سے بیشتر چھپ چکے ہیں۔

مساعیٔ جمیلہ

میر سید علی ہمدانی ان شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے ایرانی تہذیب و ثقافت کو برصغیر میں منتقل کرنے کے لیے انتہائی مؤثر اقدام کیے ہیں۔ انہوں نے اس کام کے لیے مندرجہ ذیل مختلف ذرائع استعمال کیے۔

الف : انہوں نے ایرانی فنون اور صنعتوں (قالین بافی، ریشم بافی، سنگتراشی، معماری وغیرہ) کو فروغ دیا[۳]

ب : میر علی سید ہمدانی کے خطابات، مواعظ، اشعار اور اکثر تصنیفات فارسی میں ہیں۔ کشمیر کے لوگ ان کی فارسی تصنیفات سے خاص عقیدت اور شغف رکھتے تھے۔ لہٰذا ان کی تصنیفات میں سے کچھ درسی کتب کے طور پر رائج ہو گئیں۔ میر سید علی ہمدانی کی اس ضمن میں کی جانے والی کوششیں اس علاقے میں فارسی اور ایرانی ثقافت کی ترویج کا ذریعہ بن گئیں۔

ج : میر سید علی ہمدانی نے برصغیر کے اقتصادی امور میں بڑی سرگرمی سے دلچسپی لی۔ اگرچہ حکام وقت، عوام اور ان کے مریدوں کو ان سے بڑی ارادت تھی لیکن پھر بھی وہ خود کام کرتے تھے اور جو پیشہ انہوں نے خود اختیار کر رکھا تھا وہ اسی سے اپنی گزر اوقات کرتے تھے (آپ خوب صورت ٹوپیاں بنایا کرتے تھے)[۴]

د : انہوں نے کشمیر میں ایرانی صنعتوں کی ترویج کا آغاز کیا نیز اعلیٰ صنعتوں کو رونق بخشی اور انہوں نے ترقیاتی کاموں کے لیے مفید عام اداروں کی بنیاد ڈالی۔ سڑکوں، پلوں کی تعمیر اور کنوؤں کی کھدائی کے کام ان کی نگرانی میں کیے جاتے تھے۔

ہ : میر سید علی ہمدانی نے اہل و عیال کی ذمہ داری قبول کر کے یہ درس دیا کہ ان کی نظر میں تصوف ترکِ دنیا اور رہبانیت کا نام نہیں ہے۔

و : وہ مذہبی فرائض، واجب اور مستحب عبادات کی ادائیگی کا بہت اہتمام کرتے تھے اور اپنے اعتقادات کا بہت ہی زیادہ دفاع کرتے تھے۔

ز : وہ معاشرے کو احسن طریقے سے چلانے کے معاملات کی نگرانی کرتے اصلاح امور اور احکام الٰہی کے نفاذ کے لیے کوشاں رہتے تھے[۵]

ح : میر سید علی ہمدانی اپنے علمی اور عرفانی مقام کے باوجود ایک بڑے مجاہد تھے اور وہ زور آوروں سے ہمیشہ نبرد آزما رہتے تھے[۶]

ط : میر سید علی ہمدانی علماء کو ہمیشہ نصیحت کرتے تھے۔ جب بھی کسی ایسی مجلس میں وعظ فرماتے جس میں بعض نام نہاد علماء موجود ہوتے تو سید صاحب ان کے سامنے تلخ حقائق بیان کرتے جو ایک طرح ان نام نہاد علماء پر تنقید ہوتی تھی لہٰذا ان علماء نے سید کو اپنے راستے سے ہٹانے کا عزم کر لیا۔ انہوں نے ان کو دعوت دی اور کھانے میں ان کو زہر کھلا دیا۔ اس زہر سے سید کی موت واقع نہ ہوئی لیکن عمر بھر اس کا اثر باقی رہا۔ جس کی وجہ سے ہر سال ایک بار جسم میں ورم بن جاتا اور اس سے خون اور پانی جاری ہو جاتا اور بعد ازاں خشک ہو جاتا تھا۔ سید صاحب اپنے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ہمیں سفر حضر میں بہت سی تکالیف سے دوچار ہونا پڑا۔ ان میں سے بعض مصیبتیں فقہاء اور علماء سے پہنچیں اور بعض بادشاہوں اور امیروں سے ......"[۷]

میر سید علی ہمدانی نے ایک ایسی طریقت اور مکتب کی بنیاد ڈالی جس کے پیروکار سید صاحب کے زمانے میں بھی اور اس کے بعد بھی حق اور حقیقت کے دفاع کے لیے اعلیٰ نمونے پیش کرتے رہے اور دین کی ترویج کے راستے میں ہمیشہ اپنی جان و مال قربان کرتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم سید صاحب کے داماد اور خلیفہ خواجہ اسحاق ختلانی کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں خواجہ اسحاق ظاہر و باطن کے لحاظ سے ایک بزرگ آدمی تھے۔ ان کے والد امیر آرام شاہ تیمور کے دربار میں ایک اعلیٰ مقام کے حامل تھے لیکن خواجہ اسحاق نے عالم حقیقت کا راستہ اختیار کیا اور میر سید علی ہمدانی کی خدمت میں پہنچ کر ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ ایک عرصہ تک مرشد کے

فرمان سے درویشوں کے لیے طہارت کا پانی مہیا کرتے رہے۔ بعد ازاں لنگر خانے کے لیے ایندھن کا بندوبست کرتے رہے جب مفسدین نے تیمور کو اطلاع دی کہ خواجہ اسحاق میر سید علی ہمدانی کے مرید ہو گئے ہیں تو تیمور خواجہ اسحاق کے والد کے مقام کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فکر مند ہو گیا کہ ان کی میر سید علی سے ارادت سلطنت میں خرابی کا موجب بن جائے گی۔ لہٰذا اس نے حکم دیا کہ خواجہ کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ خواجہ نے اس وقت سیاہ عمامہ جو ان کے مرشد سید علی ہمدانی نے انہیں عطا کیا تھا سر پر پہن رکھا تھا۔ جب تیمور کی نگاہ اس پر پڑی تو بولا: تو اس آدمی کا مرید ہو گیا ہے جو فتنے کا موجب بن گیا ہے۔" پس تیمور نے حکم دیا کہ سیاہ عمامہ ان کے سر سے اتار لیا جائے لیکن خواجہ بولے: "اگر میرے سر کو تن سے جدا کر دیا جائے تو میں خوش ہوں گا لیکن میں اس دستار کو خود سے الگ نہیں کروں گا، جو مجھے علی ہمدانی نے بخشی ہے۔"[۸] تیمور نے حکم دیا کہ (اس جرأت پر) خواجہ اسحاق سے بہت بھاری جرمانہ وصول کیا جائے۔ لیکن خواجہ نے یوں جرأت مندی سے اپنے مرشد کی دستار کی حرمت کو محفوظ رکھا۔ یہی خواجہ اسحاق ختلانی ہیں جنہوں نے کئی سال بعد سید محمد نوربخش کو تیمور کے بیٹے شاہرخ کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کے لیے اکسایا جس کے نتیجے میں خواجہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گرفتار ہوئے اور مقام شہادت سے فیض یاب ہوئے۔

سید علی ہمدانی لاکھوں مسلمانوں کے درمیان ایسی عزت اور مقام پر فائز ہوئے جو بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ خوشامدیوں اور سازشیوں کی مانند امیروں اور بادشاہوں سے ملنے والے نہ تھے۔ لوگوں میں ان کی مقبولیت اور عزت سے متاثر ہو کر اس زمانے کے بہت سے حکام اور امیران کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے اور وہ ان کا بے حد احترام کرنے لگے۔ سلطان قطب الدین اور اس کی والدہ مہر روز سید صاحب کے حضور میں حاضر ہو کر ان سے مستفید ہوتے تھے۔ نیز وہ ان کی مجلس وعظ وارشاد میں بھی شریک ہوتے تھے۔ میر علی ہمدانی کے کہنے پر سلطان قطب الدین نے اپنا خاندانی لباس ترک کر کے اسلامی لباس پہننا شروع کر دیا۔

میر علی ہمدانی کی اہمیت کشمیر میں اتنی زیادہ تھی کہ انہیں "حواری کشمیر" کا نام دیا گیا اور یہ سرزمین "ایران صغیر" کے لقب سے سرفراز ہوئی۔ علامہ اقبال نے ان کے بارے میں کہا ہے:

سید السادات سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم
تا غزالی درس اللہ ہو گرفت
ذکر و فکر از دودمان او گرفت
سید آن کشور مینو نظیر
میر و درویش و سلاطین را مشیر
جملہ را آن شاہ دریا آستین
داد علم و صنعت و تہذیب و دین
آفرید آن مرد "ایران صغیر"
با ہنرہائی غریب و دلپذیر
یک نگاہ او گشاید صد گرہ
خیز و تیرش را بدل راہی بدہ

حوالہ جات

۱۔ احوال و آثار میر سید علی ہمدانی۔ دکتر محمد ریاض، با مقدمہ اکبر ثبوت مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ م،

۲۔ مجموعہ ۸ رسالہ خطی متعلق بہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، تحت شمارہ

۳۔ الذریعہ۔ آقا بزرگ تہرانی۔ دربارۂ دیوان سید علی ہمدانی۔ القسم الثالث من الجزء التاسع۔ ص

4. The Life and Works of Sayyid Ali Hamadani, by Agha Hussain Hamadani, National Institute of Historical and Cultural Research, Islamabad, 1984.

۵۔ ذخیرۃ الملوک۔ میر سید علی ہمدانی، بہ تصحیح دکتر سید محمود انواری، تبریز

۶۔ فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان۔ تالیف احمد منزوی مجلد چہارم، ص ۔ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ م،

۷۔ فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان۔ احمد منزوی مجلہ نہم، ذکر ماخذ دربارۂ دیوان میر سید علی، ص ۲۱۹۱، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ م،

۸۔ فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان تالیف احمد منزوی، ماخذ مربوطہ نامہ ہای میر سید علی، مجلد پنجم، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد ۱۹۸۶ م